کتاب شناسی

کتب اربعہ کا اجمالی تعارف

سید رمیز الحسن موسوی*

1) الکافی

مؤلف: ثقۃ الاسلام شیخ کلینیؒ (متوفی ۳۲۹ھ)

ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی تیسری صدی ہجری میں "قدیم رے" کے ایک گاؤں "کُلین" میں پیدا ہوئے۔اُن کا گھرانہ اپنے علاقے میں علم وفضل کے لحاظ سے ایک معروف خاندان تھا۔محمد بن یعقوب بعد میں اپنے اسی علم فضل کی بنا پر ثقۃ الاسلام ،رئیس المحدثین اور بغدادی کے القاب سے مشہور ہوئے۔اُن کی صحیح تاریخ پیدائش مشخص نہیں لیکن بعض تاریخی قرائن سے پتا چلتا ہے کہ وہ امام زمانہ (عج) کی ولادت کے زمانے سے انتہائی قریبی زمانے میں پیدا ہو ئے ہیں۔علامہ بحرالعلوم کے مطابق : کلینی نے اما م حسن عسکری علیہ السلام کی حیات مبارکہ کا کچھ حصہ دیکھا ہے،لیکن آیت اللہ خوئی کے نزدیک کلینی کی پیدائش امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت کے بعد ہو ئی ہے۔شیخ کلینی کی علمی فضیلت کا اعتراف تمام شیعہ وسنی علماء نے کیا ہے اور حدیث میں اُن کے مقام ومرتبے کو تسلیم کیا ہے۔

ثقۃ الاسلام کلینی نے شہر رے، قم، بغداد ، کوفہ اور دور ونزدیک بہت سے علاقوں کے بزرگ

* ۔ محقق،مدیر سہ ماہی مجلّہ نور معرفت،اسلام آباد۔

علماء، فقہاء اور محدثین سے ملاقاتیں کی ہیں اور ان کی معلومات و محفوظات کے خرمن سے خوشہ چینی کی ہے نیز ان سے اجازات حاصل کئے ہیں۔ ان بزرگ علماء سے اجازہ بڑی قدر و قیمت کا حامل ہے، کتب تراجم و رجال میں چالیس سے زیادہ فقہاء و محدثین کا نام لیا جاتا ہے کہ جو کلینی کے اساتید اور مشائخ شمار ہوتے ہیں اور کلینی نے ان کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا ہے۔ اسی طرح چوتھی صدی ہجری کے مشہور علماء جوچوتھی صدی کے اواخر میں بہت سے علماء کے استاد تھے تقریباً سبھی جناب شیخ کلینی کے شاگرد تھے۔ کلینی کے بعض سوانح نگاروں کے مطابق مجموعاً ۵۱ افراد اور ان کے علاوہ دوسرے بزرگ بھی شیخ کلینی کے شاگرد تھے۔

شیخ کلینی کی ''الکافی'' کے علاوہ کچھ اور کتابیں بھی ہیں۔ شیخ طوسی اور نجاشی نے ذیل کی کتابوں کو شیخ کلینی کی تالیفات میں سے شمار کیا ہے :

۱۔ کتاب الرجال	۲۔الرد علی القرامطہ	۳۔ رسائل الائمہ علیہم السلام
۴۔ تعبیر الرؤیہ	۵۔ما قیل فی الائمہ فی الشعر	۶۔الزی والتجمل
۷۔الدواجن والرواجن	۸۔ کتاب الکافی	

ثقۃ الاسلام کلینی نے آخر کار ۳۲۸ ھ یا۳۲۹ ھ میں کہ جو امام زمانہ (ع) کی غیبت کبریٰ کے آغاز کا زمانہ ہے، شہر بغداد میں اس دنیائے فانی سے کوچ کیا ہے۔

الکافی

علم حدیث میں شیخ کلینی علیہ الرحمہ کی کتاب ''الکافی'' دنیائے اسلام کی اہم ترین کتاب ہے۔ یہ شیعوں کی معروف کتب حدیث میں پہلی کتاب ہے جو شیخ کلینی کی ہمیشہ زندہ رہنے والی کتاب سمجھی جاتی ہے۔ یہ کتاب تین جدا حصوں پر مشتمل ہے :

۱۔اصول ۲۔فروع ۳۔روضہ

شیخ کلینی نے کتاب کے پہلے حصے میں آٹھ فصلوں میں شیعہ عقائد کے اصول واعتقادات کی تشریح اوران کے اعتقادی مسائل سے مربوط مطالب کا تذکرہ کیا ہے۔ مؤلف نے ہر عنوان کو مختلف ابواب میں تقسیم کیا ہے اورہر باب میں متعدد روایات نقل کی ہیں ان میں سے

بعض عناوین دوسوسے زیاد ہ ابواب پر مشتمل ہیں البتہ ہر باب میں ذکر شدہ روایات کی تعداد مختلف ہے کبھی تو ایک باب میں صرف ایک ہی روایت ہے جبکہ بعض ابواب میں دسیوں روایات ذکر ہوئی ہیں۔ شیخ کلینی کتاب کے مقدمے میں لکھتے ہیں کہ اُنھوں نے یہ کتاب اپنے ایک دینی بھائی کے خط کے جواب میں لکھی ہے۔اس شخص کا نام مشخص نہیں لیکن احتمال ہے کہ وہ محمد بن عبد اللہ قضاعہ صفوانی یا محمد بن نعمانی ہیں۔

الکافی کے عناوین اور ابواب

اصول کافی

اس حصے میں درج ذیل ابواب کے تحت احادیث جمع کی گئی ہیں :

۱۔ عنوان العقل والجہل (اس عنوان کے تحت صرف ایک باب ہے جو ۳۶ روایات پر مشتمل ہے)

۲۔عنوان فضل العلم (اس میں بہت زیادہ ابواب ہیں)

۳۔ عنوان التوحید(اس میں کائنات کا حدوث اوراس کاخالق، معرفت خدا کامعمولی درجہ، اس کی ذات کے بارے میں گفتگو سے ممانعت ، نظریہ رویت خدا کا بطلان، خدا کے ذاتی صفات، ارادہ اوراس کے دیگر صفات افعالی، اسمائے الٰہی کے معانی،مشیت اورارادہ، بد بختی اورخوش بختی، جبر وقدر اورامر بین الامرین جیسے موضوعات پراحادیث جمع کی گئی ہیں)

۴۔عنوان الحجہ (کافی کے حصہ اصول کے عنوان ،ایمان وکفر، کے بعدسب سے وسیع وعریض عنوان یہی ہے اس میں بہت زیادہ روایات اور ایک سوسے زیادہ ابواب میں ذکر ہوئی ہیں)

۵۔ عنوان الایمان والکفر (یہ الکافی کے حصہ اصول کا سب سے وسیع عنوان ہے جو دوسوسے زیادہ عناوین پر مشتمل ہے)۔

۶۔ عنوان الدعاء (یہ عنوان دو حصوں میں ہے: پہلا حصہ: دعا کی فضیلت اورآداب کے باب میں ہے۔دوسرے حصے میں بعض دعائیں اورچھوٹے چھوٹے اذکار یا بعض خاص حالات کی دعائیں جمع کی گئی ہیں)۔

۷۔ عنوان فضل القرآن(اس میں چودہ باب ہیں جیسے حاملین قرآن کی فضیلت، قرائت قرآن، ترتیل وحفظ قرآن وغیرہ کی فضیلت بیان ہوئی ہے)۔

۸۔ عنوان المعیشۃ(یہ کافی کے حصہ اصول کا آخری عنوان ہے)

فروع کافی

کتاب کافی کا دوسرا حصہ فروع الکافی، ہے جس میں فقہی مسائل سے متعلق روایات ہیں۔یہ یاددہانی ضروری ہے کہ فروع کافی کے بعض ابواب، فقہی کتابوں میں مستقل طورپرلائے جاتے ہیں جبکہ اجارہ، بیع، رہن، عاریہ، ودیعہ وغیرہ کافی کے عنوان المعیشہ میں اورامر بالمعروف عنوان الجہاد میں نیز زیارات باب الحج میں ذکر ہوئے ہیں۔فروع کافی، کتاب کافی کا سب سے بڑا حصہ ہے۔

روضۃ الکافی

الکافی کا تیسرا حصہ روضۃ الکافی کے نام سے معروف ہے جس میں مختلف موضوعات سے متعلق روایات بغیر کسی خاص نظم وترتیب کے ذکر کی گئی ہیں۔

روایات کی تعداد

روایات کافی کی تعداد بڑی مختلف بتائی گئی ہے علامہ شیخ یوسف بحرانی نے کتاب لولوء البحرین میں ۱۶۱۹۹ حدیث، ڈاکٹر حسین علی محفوظ نے مقدمہ کافی میں ۱۵۱۷۶ حدیث، علامہ مجلسی نے ۱۶۱۲۱ حدیث اورہمارے بعض ہم عصر بزرگوں جیسے عبدالرسول الغفار نے ۱۵۵۰۳ حدیث شمار کی ہیں۔

کتاب کی اہمیت کے متعلق علما کی آراء

شیخ مفید: شیخ مفید، جناب کلینی کے ہم عصر شمار ہوتے ہیں؛وہ کافی کے بارے میں لکھتے ہیں: کتاب کافی شیعوں کی برترین اور مفید ترین کتاب ہے۔

شہید اول: شہید محمد بن مکی، ابن خارب کو لکھے گئے اپنے اجازہ میں شیعوں کی کتب حدیث کو شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کتاب کافی کے مانند شیعوں میں حدیث کی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی ہے۔

شہید ثانی: شیخ ابراہیم مسیبنی کے نام اپنے اجازہ میں کتاب کافی کو بقیہ تین کتاب الفقیہ، التہذیب، الاستبصار کے ہمراہ اسلام وایمان کا ستون شمار کرتے ہیں۔

مجلسی اول: کا بھی دعویٰ ہے کہ مسلمانوں میں کتاب کافی کے مانند کوئی کتاب نہیں لکھی گئ ہے۔

مجلسی ثانی: اپنی کتاب مرآۃ العقول میں کتاب کافی کی مفصل شرح میں لکھتے ہیں: کتاب کافی تمام کتب اصول وجوامع سے جامع تر اور مضبوط کتاب ہے اورفرقہ ناجیہ شیعہ امامیہ کی بزرگترین وبہترین کتاب ہے۔

علامہ مامقانی: کا کہنا ہے کہ کافی کے مانند اسلام میں کوئی کتاب نہیں لکھی گئ ہے کہاجاتا ہے کہ یہ کتاب امام زمان علیہ السلام کے سامنے پیش کی گئ امام نے اسے پسند کیا اورفرمایا: یہ کتاب ہمارے شیعوں کے لئے کافی ہے۔

آقا بزرگ تہرانی: عظیم ترین ماہر کتابیات آقا بزرگ تہرانی کا کہنا ہے کہ کتاب کافی کتب اربعہ میں برترین کتاب ہے اوراس کے مانند روایات اہلبیت پر مشتمل کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔

الکافی کی خصوصیات

ا۔جامعیت: کافی کی سب سے بڑی خصوصیت ہے چونکہ ہماری دوسری کتب حدیث میں وہ جامعیت نہیں پائی جاتی جو الکافی میں ملتی ہے ،جیسا کہ ہم نے من لایحضرہ الفقیہ اور استبصار کے

باب میں واضح کیا ہے کہ اُن میں فقط فقہی عناوین پر احادیث جمع کی گئی ہیں لیکن کافی میں شیخ کلینی نے نہ فقط فقہ کے تمام ابواب کا احاطہ کیا ہے بلکہ عقائد ومعارف کے بارے میں بھی بہت بڑا ذخیرہ فراہم کیا ہے۔اس لحاظ سے یہ کتاب دوسری کتب حدیث کی نسبت جامعیت کی حامل ہے۔

۲۔اس کتاب کے مولف نے امام حسن عسکری علیہ السلام کا زمانہ اورامام زمانہ علیہ السلام کے چار نائبین کازمانہ دیکھا ہے۔

۳۔مؤلفین اصول کے زمانہ سے نزدیک ہونے کے باعث مولف نے بہت کم واسطوں سے روایات نقل کی ہیں یہی وجہ ہے کہ کافی کی بہت سی روایات فقط تین واسطوں سے نقل ہوئی ہیں۔ (دیکھیے کتاب: "ثلاثیات الکلینی وقرب الاسناد تالیف امین ترمس العاملی۔")

۴۔کتاب کے عناوین بڑے مختصر اورواضح ہیں جوہر باب کی روایات کا پتہ دیتے ہیں۔

۵۔روایات بغیر کسی دخل وتصرف کے نقل ہوئی ہیں اورمصنف کے بیانات احادیث سے مخلوط نہیں ہیں۔

۶۔ مصنف کی کوشش رہی ہے کہ صحیح اورواضح احادیث کو باب کے آغاز میں اور اس کے بعد مبہم ومجمل احادیث کوذکر کریں۔

۷۔ حدیث کی پوری سند ذکر ہوئی ہے اسی لئے یہ کتاب تہذیب الاسلام ، الاستبصار اورمن لایحضرہ الفقہ سے متفاوت ہے۔

۸۔ مؤلف نے انھیں روایات کو ذکر کیا ہے جوباب کے عنوان سے سازگار ہیں اورمتضاد احادیث کے نقل سے پرہیز کیا ہے۔

۹۔روایات کوان کے باب کے علاوہ جگہوں پر ذکر نہیں کیا ہے۔

۱۰۔کتاب کے ابواب کو بڑے دقیق اورمنطقی انداز سے تنظیم کیاہے: عقل وجہل پھر علم اس کے بعد توحید کو شروع کرنے سے درحقیقت معرفت شناسی کے بعض مباحث کو پہلے مرحلے میں قرار دیا ہے پھراس کے بعد توحید و امامت تک پہنچتے ہیں اس کے بعد اخلاقی روایات کو

نقل کر کے فروع اور احکام تک پہنچتے ہیں اور آخر میں مختلف قسم کی روایات کو کشکول کے مانند جمع کیا ہے۔

الکافی سے متعلق کتابیں

یہاں پر کتاب کافی سے متعلق نشر شدہ آثار کی طرف چند حصوں میں اشارہ کیا جاتا ہے:

تعلیقات اور شرحیں

۱۔ التعلیقۃ علی کتاب الکافی، محمد باقر حسین معروف بہ میر داماد (متوفی ۱۰۴۱ھ) تحقیق سید مہدی رجائی (مطبعہ خیام قم، ۱۴۰۳ھ)

۲۔ شرح اصول الکافی، صدرالدین شیرازی (متوفی ۱۰۵۰ھ)

۳۔ الحاشیہ علی اصول الکافی رفیع الدین محمد بن حیدرالنائینی، تحقیق محمد حسین درایتی (دارالحدیثۃ قم ۱۳۸۳ھ،ش) ۶۷۲ صفحات۔

۴۔ الحاشیہ علی اصول الکافی سید بدرالدین بن احمد الحسین العاملی تحقیق علی فاصلی (دارالحدیثۃ قم ۱۳۸۳ھ،ش) ۶۷۲ ص وزیری سائز۔

۵۔ الدرالمنظوم من کلام المعصوم علی بن محمد بن حسی نبی زین الدین عاملی (۱۱۰۳ تا ۱۱۰۴ھ) تحقیق: محمد حسین درایتی (دارالحدیثۃ قم ۱۳۸۳ھ،ش) ۶۷۲ ص وزیری سائز۔

۶۔ مرآۃ العقول محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۱۱۰ھ) دارالکتب العلمیہ تہران ۱۴۰۴ھ ۱۳۶۳ھ ش ۳۶ ج۔

۷۔ شرح الکافی، الاصول والروضۃ محمد صالح مازندرانی تعلیق میرزا ابوالحسن شعرانی (تہرانی المکتبہ الاسلامیۃ ۱۳۴۴ ۳) ۱۲ ج۔

۸۔ الشافی فی شرح اصول کافی، ۳ج، عبدالحسین المظفر (مطبعۃ الغری، نجف اشرف ۱۳۸۹ھ ۱۹۶۹ء)۔۳۰

ب: تراجم

فارسی ترجمہ

۱۔ اصول کافی، ترجمہ وشرح فارسی: سید جواد مصطفوی(تہران، دفتر نشرفرہنگ اہل بیت ۲ج) یہ ترجمہ متن احادیث کے ہمراہ ہے۔
۲۔ الروضۃ من الکافی، ترجمہ وشرح فارسی: سید ہاشم رسولی محلاتی(تہران ،انتشارات علمیہ اسلامیہ) ۲ج۔
۳۔اُصول کافی ،ترجمہ وشرح فارسی ،آیت اللہ شیخ محمد باقر کمرہ ای(انتشارات اُسوہ ،تہران، ۱۳۷۰ش)

اُردو ترجمہ:

۳۔الشافی ترجمہ اُصول کافی :سید ظفر حسن نقوی (ظفر شمیم پبلیکیشنز ٹرسٹ ،کراچی)

انگریزی ترجمہ

۴۔ الکافی، انگریزی ترجمہ، الموسسہ العالمیۃ للخدمات الاسلامیۃ۔(اس ترجمہ کی اب تک ۱۳ جلدیں عربی متن کے ہمراہ شائع ہوچکی ہیں)

ج :تلخیصات

۱۔ گزیدہ کافی، فارسی ترجمہ وتحقیق: محمد باقر بہبودی(تہران، شرکت انتشارات علمی وفرہنگی، ۱۳۹۶ش) ٦ جزء تین مجلد میں(حق معارف وآداب ح۳: طہارت ، صلاۃ،ج۳، زکات روزہ ج۴: حج معیشیت ج۵، ازدواج، مشروبات ٦ج: زینت وگل وگلشن)۔
۲۔ خلاصہ اصول کافی، فارسی ترجمہ ،علی اصغر خسروی سبشتری(تہران، کتاب فروشی امیری، ۱۳۵۱ش) ۲۷۰ص۔
۳۔الصحیح من الکافی، ۳ج، محمد باقر بہبودی (الدارالاسلامیۃ ۱۴۰۱ھ۔۱۹۸۱ع)۔
۴۔درخشان پرتوی از اصول کافی، سید محمد حسین ہمدانی(قم، مولف ۱۴۰٦ ق)۔

د: معاجم و راہنما

۱۔المعجم المفہرس الفاظ اصول اکفی، الیاس کلانتری(تہرانی انتشارات کعبہ)۔
۲۔المعجم الفہرس لالفاظ الاصول من الکافی، علی رضا برازش(تہران، منطقہ الاعلام الاسلامی، ۱۴۰۸ھ ،۱۹۸۸ع اول)

۳۔الھادی الی الفاظ اصول کافی سید جواد مصطفوی۔
۴۔فھرس احادی ث اصول کافی ، مجمع البحوث الاسلامیہ۔
۵۔فھرس احادیث الروضہ من الکافی، مجمع البحوث الا سلامیہ۔
۶۔فھرس احادیث المفروع من الکافی، مجمع البحوث الاسلامیہ
۷۔فھرس احادیث الکافی، بنیاد پژوہش ھای اسلامی استان قدس رضوی۔

ہ: اسناد ورجال کافی

۱۔ تجرید اسانید الکافی وتنقیحا، حاج میراز مہدی صادقی (قم،۱۴۰۹ھ)
۲۔الموسوعۃ الرجالیۃ، حسین طباطبائی بروجردی،۷ جلد تنظیم : میرزا حسن النوری(مجمع البحوث الاسلامیہ ، مشہد ۱۴۱۳ھ)
اس مجموعہ کی پہلی جلد بعنوان ترتیب اسانید کتاب الکافی ۵۶۷ ص میں اورجودوسری جلد بعنوان رجال اسانید اورطبقات رجال الکافی ،۴۶۸ صفحہ میں کافی سے متعلق ہے۔

2) من لایحضرہ الفقیہ

اس کتاب کے مؤلف عظیم محدّث سرکار محمد بن علی بن حسین بن بابویہ قمی المعروف "شیخ صدوق" (متوفی ۳۸۱ھ) ہیں۔ شیخ صدوق بنیادی طور پر ایک محدث تھے اور اُن کی علمی مہارت کا سب سے بڑا میدان علمِ حدیث ہی تھا۔ حتی کہ اُن کی وہ تالیفات جو کلامی یا تاریخی حیثیت رکھتی ہیں،اُن کا اسلوب بھی وہی ہے جو حدیث کی کتب کا اسلوب ہے۔ حدیث کے سلسلے میں اُن کی سب سے اہم کتاب " من لایحضرہ الفقیہ " ہے۔
اس کتاب کا موضوع فقہی اور شرعی احکام کے بارے میں اہل بیت اطہار علیہم السلام سے نقل ہونے والی روایات ہیں۔ شیخ صدوق نے ان روایات کو مختلف فقہی ابواب کے تحت اس کتاب میں جمع کیا ہے۔اس کتاب میں شیخ صدوق نے وہ فقہی روایات جمع کی ہیں جواُن کی نظر میں صحیح اور معتبر تھیں۔

کتاب کی قدر و قیمت

یہ کتاب امامیہ کتب حدیث میں اہم ترین کتاب سمجھی جاتی ہے اور کتب اربعہ میں سے ایک معتبر ترین مجموعہ احادیث ہے۔ہر مجتہد شرعی احکام کے استنباط اور اجتہاد میں اس کتاب کی طرف رجوع کرتا ہے۔ یہ کتاب اپنی تالیف کے زمانے سے لے کر آج تک شیعہ فقہا اور مجتہدین کی توجہ کا مرکز رہی ہے اور تمام فقہی کتابوں میں اس کتاب سے استفادہ کیا گیا ہے۔اس کتاب کا شمار اپنی جامعیت اور قدمت کی وجہ سے کتب اربعہ میں دوسرے نمبر پر ہوتا ہے۔

اس کتاب میں ۵۹۲۰روایات اور ٦٦٦ ابواب ہیں۔جن میں سے ۳۹۴۳روایات سند رکھتی ہیں اور ۲۰۵۵ روایات مرسلہ (بغیر سند کے) ہیں۔ کتاب کی ترتیب فقہی ابواب کی بنیاد پر ہے مثلاً پہلا باب، پانی کے احکام کے بارے میں ہے جس میں طہارت اور نجاست کی بحث کی گئی ہے اس کے بعد غسل، تیمّم،اور نماز کے ابواب شروع ہوتے ہیں۔ کیونکہ شیخ صدوق کی اس کتاب کو اس زمانے کی توضیح المسائل کی حیثیت حاصل ہے۔ اس لئے اس میں موجود روایات کی تمام اسناد ذکر نہیں کی گئیں۔ بلکہ فقط بعض روایات کی اسناد کو کتاب کے آخر میں ''مشیخہ''کے عنوان سے ذکر کیا گیا ہے۔

اس کتاب میں ایسی روایات ذکر کی گئی ہیں کہ جو اُن کے فتویٰ کے مطابق تھیں اور مولف کی نظر میں صحیح تھیں۔ شیخ صدوق نے یہ کتاب افغانستان کے شہر بلخ کے ایک سید، شریف الدین ابو عبداللہ محمد بن حسین المعروف نعمت کی درخواست پر لکھی ہے۔اس سلسلے میں وہ کتاب کے مقدمے میں لکھتے ہیں:

میں نے "من لایحضرہ الفقیہ" کو اپنے ایک ایمانی دوست شریف الدین نعمت کی درخواست پر شیعوں کی فقہی رہنمائی کے لئے لکھا ہے۔اور اس کتاب کا نام محمد بن زکریا رازی کی کتاب "من لایحضرہ الطبیب"کے نام پر "من لایحضرہ الفقیہ" (یعنی جس کے پاس فقیہ موجود نہیں ہے اس کی کتاب) رکھا ہے۔

یہ درحقیقت فقہ کی خود آموز کتاب ہے شیخ صدوق نے اسے عصر حاضر میں ''توضیح المسائل'' کی طرح تالیف کیا ہے تاکہ شیعوں کے فقہی سوالات کے جواب اس کتاب میں مل سکیں۔

اسلوب نگارش

اوائل میں شیعہ فقہا فقط ائمہ طاہرین کی احادیث کو نقل اور روایت کرنے پر ہی اکتفا کرتے تھے اور ائمہ معصومین علیہم السلام کے کلام کے مقابلے میں خود سے کسی قسم کی بات کا اضافہ نہیں کرتے تھے۔ چونکہ وہ کلام معصومین کو معدن وحی سے مربوط سمجھتے تھے اور اس کے مقابلے میں اپنی بات کو ہیچ جانتے تھے، حتیٰ وہ اگر حدیث کے علاوہ کسی اور موضوع میں کتاب بھی لکھتے تو اُن کی کوشش یہی ہوتی کہ اس میں روایات کے الفاظ وکلمات سے استفادہ کیا جائے اور اہل بیت اطہار کے کلام کے علاوہ کوئی اور کلام نقل نہ کیا جائے۔

شیخ صدوق اس طبقے کے آخری علماء میں سے ہیں لہٰذا اُن کی تالیفات میں بھی یہی اسلوب نظر آتا ہے اور وہ بھی اپنی تالیفات میں کلام معصومین سے ہی استفادہ کرتے ہیں اور روایات سے ماخوذ الفاظ وکلمات استعمال کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض علمائے شیعہ کا خیال ہے کہ اگر کسی مسئلہ کے بارے میں کوئی روایت نہ ملے تو شیخ صدوق کے کلمات والفاظ سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے کیونکہ وہ ہمیشہ روایات واحادیث معصومین سے استفادہ کرتے تھے اور روایات ہی کے الفاظ وکلمات استعمال کرتے تھے۔

من لایحضرہ الفقیہ کے اہم عناوین وموضوعات

یہ کتاب بہت سے فقہی مباحث وموضوعات پر مشتمل ہے جن میں سے اہم ترین موضوعات یہ ہیں:

۱۔ پانی، طہارت اور نجاست ۲۔ نماز کے واجبات اور مقدمات (وضو، غسل اور تیمّم)
۳۔ احکام اموات ۴۔ احکام نماز ۵۔ احکام قضاوت
۶۔ مکاسب ۷۔ احکام ازدواج وارث

من لایحضرہ الفقیہ کی خصوصیات

اس کتاب پر شیخ صدوق کے مقدمہ کی روشنی میں اس کتاب کی چند خصوصیات درج ذیل ہیں:

ا۔ روایات کی اسناد ذکر نے کے بہت سے فائدے ہیں لیکن کتاب کو طولانی ہونے سے بچانے کے لئے شیخ نے اسناد کو ذکر کرنے سے پرہیز کیا ہے جیسا کہ وہ خود لکھتے ہیں: "...وصنفت له هذاالکتاب بحذف الاسانيد لئلا تكثر طرقه وان كثرت فوائده" لہٰذا شیخ صدوق نے کتاب کے آخر میں ایک مفصل فصل میں کتاب کی اسناد کو ذکر کیا ہے کہ جو مشیخہ کے عنوان سے لکھی گئی ہے۔ بطور مثال وہ مشیخہ کے آغاز میں لکھتے ہیں: اس کتاب میں جو بھی روایت عمار بن فضال، عمرو بن سعید مدائنی، مصدق بن صدقہ سے ہے۔۔۔'' (ج ۴، ص ۴۲۳، ۴۲۲) اس کے آخر میں وہ لکھتے ہیں: ''تمت اسانيد كتاب من لايحضره الفقيه"۔

۲۔ من لایحضرہ الفقیہ میں ذکر کی گئی روایات در حقیقت شیخ صدوق کے فتاویٰ ہیں جو اُن کی نظر میں صحیح ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"ولم أقصد فيه قصد المصنّفين فى ايراد جميع ما رواه ،بل قصدت الى ايراد ما أفتى به وأحكم بصحته وأعتقد فيه أنه حجة فيما بيني وبين ربّ"

یعنی: "میں نے عام مصنفین کی عادت کے مطابق تمام روایات کو لانے کا ارادہ نہیں کیا بلکہ میں فقط وہی روایت ذکر کروں گا کہ جو میرے فتویٰ کے مطابق ہے اور اُسے میں صحیح سمجھتا ہوں اور میں معتقد ہوں کہ وہ میرے اور میرے رب کے درمیان حجت ہے۔"

اسی لئے اس کتاب کی روایات کی صحت اور درستی کے بارے میں شیخ کی صدوق کی اسی تاکید کی وجہ سے کچھ اخباری علماء نے من لایحضرہ الفقیہ کی تمام روایات کو قطعی الصدور قرار دیا ہے لیکن اُن کا یہ دعویٰ قابل تامل ہے۔

۳۔ شیخ صدوق نے کتاب من لایحضرہ الفقیہ کی تالیف میں اپنی ۲۴۵ کتابوں کے علاوہ دوسری مشہور اور قابل اعتماد کتابوں مثلاً کتاب حریز بن عبد اللہ سجستانی، کتاب عبید اللہ بن علی حلبی، کتاب علی بن مھزیار اھوازی، کتاب حسین بن سعید اور احمد بن محمد بن عیسیٰ کے نوادر سے بھی استفادہ کیا ہے۔ یہ سب کتابیں شیعہ کتب حدیث کی اصطلاح میں "اصول اولیہ" کہلاتی ہیں۔

۴۔ایک اور اہم بات یہ کہ شیخ صدوق نے اس کتاب کی تمام روایات کو بلخ شہر میں شریف الدین نعمت کے سامنے قرائت کیا ہے اور پھر اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔اس بات سے پتا چلتا ہے کہ شیخ صدوق نقل کتاب کی صحت ودرستی پر خصوصی توجہ دیتے تھے۔

قرآنی آیات سے استناد

من لایحضرہ الفقیہ کی ایک اہم خوبی یہ ہے کہ شیخ صدوق نے بعض ابواب میں ،اُنہی ابواب کی مناسبت سے قرآنی آیات سے بھرپور استفادہ کیا ہے،اس سے پتا چلتا ہے کہ شیخ روایات کے ساتھ ساتھ قرآن کی طرف بھی پوری طرح متوجہ تھے اور قرآن کے ساتھ استناد کے ذریعے وہ روایات کو مزید محکم بنانا چاہتے تھے۔مثلاً کتاب کے شروع میں طہارت ونجاست کے باب میں وہ پانی کے متعلق لکھتے ہیں:

ان اللہ تبارك وتعالیٰ یقول:۔۔۔ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا " (الفرقان ۴۸)(اور ہم آسمان سے پاک پانی برساتے ہیں)اسی طرح خداوند عزوجل نے فرمایا:'' وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۭ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ'' (مومنون،آیت ۱۸) (ہم ایک صحیح انداز آسمان سے پانی برساتے ہیں، پھر اسے زمین میں ٹھہرادیتے ہیں اور ہم اس کے لے جانے پر یقینا قادر ہیں)اور پھر فرمایا:''وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ " (انفال،آیت ۱۱) (اور تم پر آسمان سے پانی نازل کیا تاکہ تمہیں پاک کیا جائے) یہاں پر شیخ فرماتے ہیں :"فاصل الماء کلہ من السماء وھو طھور کلہ وماء البحر طھور وماء البئر طھور"۔

اس باب میں شیخ صدوق نے پانی کے بارے میں تین اہم آیات لاکر اُن سے پانی کے احکام کے بارے میں تین اہم نکات کی اخذ کئے ہیں:

الف: ہر قسم کے پانی کا سرچشمہ آسمان ہے۔چونکہ تینوں آیات میں آیا ہے کہ خدا نے پانی کو آسمان سے نازل کیا ہے۔لہٰذا پانی آسمانی سرچشمہ رکھتا ہے پس بنیادی طور پر اُس کی تمام اقسام پاک ہونی چاہیں۔

ب: پہلی اور تیسری آیت میں پانی کے طہور (پاک کنندہ) ہونے کی تاکید کی گئی ہے۔پس تمام قسم کے پانی ذاتاً طہور ہیں۔

ج: آیہ مجیدہ : ''فَاَسْکَنّٰہُ فِی الْاَرْضِ '' سے استفادہ ہوتا ہے کہ زمین سے نکلنے والے مثلاً کنویں اور دریا وغیرہ کا پانی اپنے آسمانی ہونے کی وجہ سے پاک کنندہ (طہور) ہیں۔
اسی طرح شیخ صدوق نے بہت دوسرے مواقع پر مثلاً باب تیمّم، باب جماعت اور فضیلت جماعت، باب صید ذباحج وغیرہ میں بھی پہلے ان ابواب کے تناسب سے آیات قرآن سے استناد کیا ہے۔
فضیلت جماعت کے باب میں یہ آیہ مجیدہ: '' وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ''۔ (بقرہ، آیت ۴۳)
اور نمازوں کو قائم کرواور زکوۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو) نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: خدا نے جس طرح نماز کا حکم دیا ہے، اسی طرح اُسے جماعت کے ساتھ پڑھنے کا بھی حکم دیا ہے۔

متناقض روایات کے درمیان جمع

اگرچہ شیخ صدوق کی یہ کتاب، شیخ طوسی کی کتاب ''تہذیب الاحکام'' کی طرح مخالف اور موافق روایات کے کو بیان کرنے کے لئے نہیں لکھی گئی؛ اس کتاب میں شیخ صدوق فقط وہ روایات ذکر کرتے ہیں کہ جو اُن کے فتاویٰ کے مطابق ہیں۔ اس کے باوجود وہ کتاب کے بہت سے مقامات پر اپنے فتویٰ کے مطابق روایات ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ، اُن کی مخالف روایات بھی ذکر کرتے ہیں اور اکثر اوقات اُن کے درمیان جمع کرتے ہوئے ایک قسم کی مسالمت برقرار کرتے ہیں اور کبھی ان دونوں مخالف روایات کے درمیان جمع کے لئے کچھ اور روایات بھی بطور شاہد بھی ذکر کرتے ہیں اور کبھی روایات کے درمیان جمع کی خاطر قواعد تعادل وتراجیح سے بھی استفادہ کرتے ہیں اور اُصولی قواعد یعنی حمل عام بر خاص، مطلق ومقید، اور بعد والے معصوم کی روایت پر عمل یا تقیہ کے عنوان سے صادر ہونے والی روایات جیسے قواعد فقہ سے استفادہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

من لایحضرہ الفقیہ کی شرحیں

شیخ صدوق کی اس کتاب پر بہت سی شرحیں بھی لکھی گئی ہیں جو علماء کے درمیان اس کتاب کی منزلت اور قدر وقیمت کی عکاسی کرتی ہیں۔ ان میں سے بعض اہم شرحوں کی تفصیل کچھ یوں ہے:

۱۔ شرح من لایحضرہ الفقیہ بنام روضۃ المتقین؛ تالیف: مولی محمد تقی مجلسی والد علامہ مجلسی، اُنہوں نے یہ کتاب ۱۰۶۳ھ میں مکمل کی۔

۲۔ شرح من لایحضرہ الفقیہ، تالیف: سید اجل امیر محمد صالح بن امیر عبد الواسع داماد علامہ مجلسی (متوفی ۱۱۱۶ھ)

۳۔ شرح من لایحضرہ الفقیہ؛ تالیف: شیخ الاسلام و المسلمین شیخ بہائی، محمد بن حسین بن عبد الصمد حارثی ہمدانی (متوفی ۱۰۳۰ھ)

۴۔ شرح من لایحضرہ الفقیہ؛ بنام ''معاهد التنبیہ'' تالیف: شیخ ابو جعفر محمد بن حسن بن زین العابدین شہید ثانی (متوفی ۱۰۳۰ھ)

۵۔ شرح من لایحضرہ الفقیہ؛ تالیف: مولی حسام الدین محمد صالح بن احمد سروی مازندرانی (متوفی ۱۰۸۱ھ)

3) تهذيب الاحكام في شرح المقنعه

شیخ طوسیؒ (متوفی ۴۶۰ھ)

شیخ طوسی ابو جعفر محمد بن حسن کی ولادت ۳۸۵ھ کو مشہد مقدس میں ہوئی۔ طوس اس زمانے میں علوم اہل بیت علیہ السلام اور معارف اسلامی کی ایک عظیم یونیورسٹی سمجھا جاتا تھا۔ اس مقدس شہر میں امام رضا علیہ السلام کی بارگاہ ہے۔ شیخ طوسی عالم اسلام کے جید عالم دین اور عظیم مفسر قرآن تھے۔ ۲۰ سال کی عمر میں علم و عمل کے اس پیکر نے بغداد کی طرف ہجرت کی۔ آپ نے یہ ہجرت فقہ واُصول کے عظیم اُستاد، بحر علم وادب، پیکر زہد و تقویٰ اور عالم اسلام کے نابغہ روزگار فقیہ اور دنیائے تشیع کے عظیم الشان رہبر حضرت شیخ مفید علیہ الرحمہ کے سامنے زانوئے تلمّذ تہ کرنے کی نیت سے کی تھی۔ جو اس وقت بغداد کے مسند علم پر جلوہ افروز تھے۔ یہ شاگرد رشید اپنے اُستاد بزرگوار کے حضور پانچ سال تک ان کے وجود پُر برکت سے استفادہ کرتا رہا، یہاں تک کہ وعدہ الٰہی آ پہنچا اور ۴۱۳ھ میں شیخ مفید اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

شیخ طوسی ۴۰۸ھ تک بغداد میں سنی علماء وشیعہ مجتہدین کی تعلیم وتربیت میں مصروف رہے۔ شیخ طوسی کی تالیفات کی خصوصیات میں ایک ان کی اصالت ہے یعنی یہ کتابیں ہمارے اصل منابع اوراساسی کتب سمجھی جاتی ہیں۔ سید مرتضیٰ علم الہدی کاکتابخانہ جواسی ہزار سے زائد کتب پر مشتمل تھا، ان کے بعد شیخ طوسی کے زیر مطالعہ رہااور شیخ نے بھی زیادہ تر استفادہ اسی کتابخانہ سے کیااوراسی زمانے میں اپنی دوکتابیں تہذیب'' اور''استبصار'' کو تحریر کیا انھوں نے انہی دوکتابوں پراکتفانہ کیا بلکہ بہت سے دوسرے علوم وفنون مثلاً فقہ، اصول، تفسیر، کلام، رجال، ادعیہ وحدیث میں ایسی کتابیں تالیف کیں کہ جو صدیوں تک علماء اور عامۃ الناس کے لئے قابل اعتماد، مستند اور قابل استفادہ رہیں گی۔ شیخ آقابزرگ تہرانی رحمۃاللہ علیہ نے کتاب حیاۃالشیخ طوسی میں شیخ طوسی کی کتابوں میں سے پچاس(۵۰) کتب کاذکر کیاہے۔

تہذیب الاحکام فی شرح المقنعہ

تہذیب الاحکام ،''کافی'' اور'' من لایحضرہ الفقیہ ''کے بعد کتب اربعہ میں سے تیسری اہم کتاب ہے۔ یہ کتاب شیخ مفید کی کتاب ''المقنعہ '' کی شرح کے طور پر لکھی گئی ہے۔جس کی روایات کی تعداد ۱۳۵۹۰ ہے کہ جو ''طہارت '' سے لے کر "دیات "تک ۳۹۳ فصول (فقہی کتابوں) پر مشتمل ہے اور دس جلدوں میں چھپی ہے۔ شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے '' تہذیب الاحکام ''کے مقدمے میں روایات واحادیث کی ترتیب اور تدوین کے بارے میں اپنے اسلوب کی وضاحت اس طرح کی ہے :

"میں نے کتاب کے ابواب کو کتاب المقنعہ کے ابواب کی بنیاد پر منظّم کیا ہے۔یعنی ؛ایک ایک مسئلہ کو ذکر کرکے ساتھ ہی اس کے دلائل بھی بیان کرتا جاتا ہوں جو کہ یہ ہیں :

۱۔ظاہر قرآن، یاقرآن کے معنیٰ میں صریح دلیل یا فحویٰ دلیل۔

۲۔ قطعی سنت ؛جو متواتر روایات یاایسے قرائن پر مشتمل روایات کہ جو ان کی صحت پر دلالت کررہے ہوں۔ یااجماع مسلمین کہ جس کاوجود پایا جاتا ہو یافرقہ محقہ امامیہ کااجماع۔

اس کے بعد میں اپنے علماء کی مشہور احادیث کو ہر مسئلہ کے ذیل میں ذکر کرتا ہوں۔اور پھر ان روایات کی مخالف اور متضاد روایات کی تحقیق کرتا ہوں۔اوراُن کے درمیان جمع کی وجوہ کو یا تو

تاویل کے ذریعے یا تبیین کے ذریعے مشخص کرتا ہوں اور پھر کچھ روایات کے باطل ہونے کا سبب یا تو سند کے کمزور ہونے یا علماء کی طرف سے ان کے اوپر. برعکس عمل کرنے کی وجہ سے بیان کرتا ہوں۔

اور اگر دو روایتیں ایسی ہوں کہ جن کے درمیان ایک دوسرے پر ترجیح کا کوئی راستہ نہ ہو تو اس بات کی وضاحت کرونگا کہ جو روایت، دلالت اصل کے موافق ہے، اُس پر عمل کیا جائے اور جو روایت، اصل کے مخالف ہے اُسے چھوڑ دیا جائے ۔اسی طرح اگر کوئی حکم صریح نص سے خالی ہو تو میں نے اُسے مقتضائے اصل کے مطابق سمجھا ہے اور جس قدر ہو سکا ہے روایات کی تاویل کی ہے لیکن اُن کی اسناد میں کسی قسم کا خلل واقع نہیں ہونے دیا۔ میں نے سعی کی ہے کسی روایت کو رد نہ کروں۔اور اپنی تاویل کی تائید میں دوسری روایات سے مدد لی ہے کہ جو صریحی دلالت کے ذریعے یا اُس کے فحویٰ کے ذریعے اس تاویل کی تائید کرتی ہیں تاکہ احادیث پر منطبق فتویٰ اور تاویل پر عمل کر سکوں ''۔(تھذیب الاحکام فی شرح المقنعہ ،ج ا،ص ۲،۳)

تہذیب الاحکام کی خصوصیات

شیخ طوسی علیہ الرحمہ فقط ایک محدث ہی نہیں، بلکہ اسلامی علوم کے دوسرے شعبوں منجملہ علم کلام، فقہ، اُصول فقہ، رجال اور تفسیر پر بھی اُنہیں عبور حاصل تھا۔ لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ وہ تھذیب الاحکام میں فقط موضوع سے متعلق روایات نقل کرنے پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ فقہی اور اُصولی قواعد وضوابط پر بھی روایات کو پرکھتے ہیں ۔لہٰذا وہ روایات کے اختلاف اور تناقض کو ''تعادل وتراجیح'' کے قواعد کے مطابق دیکھتے ہیں اور پھر اُن میں جمع کرتے ہیں ۔اس لئے تھذیب الاحکام کو ہم شیخ طوسی کے علمی مقام ومنزلت کی وجہ سے ایک خاص نظر سے دیکھتے ہیں چونکہ اس کتاب میں بعض ایسی خصوصیات ہیں کہ جو کسی دوسری کتاب میں نظر نہیں آتیں۔اُس کی سب سے بڑی وجہ شیخ کا فقہ اور اصول میں مہارت ہے۔ تھذیب الاحکام کی چند برجستہ خصوصیات یہ ہیں جو اس کتاب کو دوسری کتب حدیث سے ممتاز بنادیتی ہیں :

ا۔ متضاد روایات میں ہم آہنگی :۔ جیسا کہ پہلے وضاحت کی جاچکی ہے کہ تہذیب الاحکام کی تدوین کا بڑا مقصد موافق ومخالف روایات کو ذکر کرکے اُنہیں جمع کرنے کا راستہ تلاش کرنا تھا جس میں شیخ طوسی بڑی حد تک کامیاب ہوئے ہیں۔اور یہ چیز اس کتاب کی بہت بڑی خصوصیت ہے۔شیخ طوسی نے کوشش کی ہے کہ کسی بھی روایت کی سند پر تنقید کرتے ہوئے اسے رد نہ کیا جائے تاکہ متعارض روایات کے درمیان ہم آہنگی برقرار کی جاسکے۔(آشنائی با تاریخ ومنابع حدیثی، ص ۲۴۴)

۲۔ آیات قرآن سے استفادہ: دوسری اہم خصوصیت یہ ہے کہ شیخ نے اس کتاب میں موقع ومحل کی مناسبت سے قرآنی آیات سے بھر پور فائدہ اُٹھایا ہے۔اور جہاں بھی موقع ملا ہے ایک مسئلہ کے بارے میں روایات نقل کرنے کے ساتھ ساتھ قرآنی ادلہ سے بھی استفادہ کیا ہے جو اس کتاب کو بہت سی کتابوں سے ممتاز بنا دیتا ہے۔مثلاً وضو کے مسئلہ میں روایات نقل کرنے کے بعد شیخ سورۂ مائدہ، آیت نمبر ۶ نقل کرتے ہیں " یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِ "۔(تهذیب الاحکام فی شرح المقنعہ، ج۱، ص۷۹)

اسی طرح جب قرآن کو بغیر طہارت کے مس کرنے کی شرعی ممانعت کا مسئلہ آتا ہے تو سورۂ واقعہ کی آیت نمبر ۷۹ " لَّا یَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ "کو نقل کرتے ہیں۔(ایضاً، ج ۷، ص ۲۷۲)۔یہ چیز بھی تھذیب الاحکام کو دوسری کتابوں سے ممتاز بنادیتی ہے۔

۳۔ فقہ الحدیث : تیسری اہم خصوصیت فہم حدیث کے لئے شیخ طوسی نے فقہ الحدیث اور تفسیر حدیث جیسے موضوعات بھی تھذیب الاحکام میں پیش کیئے ہیں مثلاً کلمہ "صعید" کے معنیٰ "تراب" کے بارے میں شیخ مفید کی عبارت نقل کرنے کے بعد شیخ طوسی لکھتے ہیں :

"شیخ کے مدعا کی دلیل ابن درید کا کلام ہے کہ جو اس نے کتاب "جمهرة" میں ابو عبید معمر بن مثنی سے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ صعید سے مراد وہی خالص مٹی ہے کہ جو ریت اور بجری وغیرہ کے ساتھ ملی ہوئی نہ ہو۔" (تھذیب الاحکام فی شرح المقنعہ، ج۱، ص۱۸۶)

تھذیب الاحکام کی شروحات

شیخ طوسی کی کتاب تھذیب الاحکام پر بہت سی شرحیں اور حواشی بھی لکھے گئے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ شرح سید محمد، صاحب مدارک (متوفی ۱۰۰۹ھ)

۲۔ شرح قاضی نور اللہ (شہید ۱۰۱۹ھ) اس شرح کا نام ''تنذھیب الاکمام'' ہے۔

۳۔ شرح مولی عبد اللہ شوشتری (متوفی ۱۰۲۱ھ)

۴۔ شرح شیخ محمد بن حسن بن شہید ثانی (متوفی ۱۰۳۰ھ)

۵۔ شرح مولی محمد بن امین استر آبادی (متوفی ۱۰۳۶ھ)

۶۔ شرح عبد اللطیف جامعی شاگرد شیخ بہائی (متوفی ۱۰۵۰ھ)

۷۔ شرح مولی محمد تقی مجلسی اول (متوفی ۱۰۷۰ھ)

۸۔ شرح مولی محمد طاہر بن محمد حسین شیرازی قمی (متوفی ۱۰۹۸ھ)

۹۔ شرح محقق شیروانی داماد علامہ مجلسی (متوفی ۱۰۹۹ھ)

۱۰۔ شرح علامہ مجلسی بنام ''ملاذ الاخیار'' (متوفی ۱۱۱۱ھ)

تھذیب الاحکام کے حواشی

۱۔ حاشیہ قاضی نور اللہ شوشتری

۲۔ حاشیہ وحید بہبہانی

۳۔ حاشیہ آقا جمال الدین خوانساری

۴۔ حاشیہ شیخ حسن صاحب معالم الاصول

۵۔ حاشیہ میرزا عبد اللہ افندی صاحب ریاض

۶۔ حاشیہ علامہ مجلسی

۷۔ حاشیہ سید میرزا محمد بن علی استر آبادی

۸۔ حاشیہ شیخ محمد سبط شہید ثانی

۹۔ حاشیہ شیخ محمد علی بلاغی

۱۰۔ حاشیہ سید نجم الدین جزائری

قابل ذکر ہے کہ فارسی زبان میں اس کتاب کا ترجمہ محمد یوسف بن محمد ابراہیم گورکانی نے کیا ہے۔

4) الاستبصار فیما اختلف من الاخبار

یہ کتاب شیخ الطائفہ ،ابو جعفر محمد بن حسن المعروف شیخ طوسی کی علم حدیث میں دوسری بڑی تالیف ہے۔ اس کتاب کا موضوع اہل بیت اطہار علیہم السلام سے منقول اختلافی احادیث ہیں۔ شیخ طوسی نے اس کتاب میں مختلف فقہی موضوعات میں نقل ہونے والی روایات جمع کی ہیں۔یہ کتاب تہذیب الاحکام کے بعد تین جلدوں میں لکھی گئی ہے۔ جلد اول اور دوم "عبادات "کے بارے میں ہے جبکہ تیسری جلد ''عقود وایقاعات ''اور دوسرے فقہی ابواب کے متعلق ہے۔لیکن جدید اشاعت میں یہ کتاب چار جلدوں میں چھپی ہے۔یہ کتاب ۹۲۵ ابواب اور ۵۵۱۱ روایات پر مشتمل ہے اور کتب اربعہ میں چوتھی کتاب شمار ہوتی ہے۔

ہر فقیہ اور مجتہد کے لئے ضروری ہے کہ وہ شرعی احکام کے استنباط کے وقت اس کتاب کی طرف رجوع کرے۔چونکہ اس کتاب کا شمار شیعوں کی چار اہم کتابوں ،"کافی"،" من لایحضرہ الفقیہ "اور تھذیب الاحکام" کی صف میں ہوتا ہے جن کے بغیر فقہ اہل بیت میں استنباط اور اجتہاد ممکن نہیں ہو سکتا۔

کتاب کے مقدمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب شیخ طوسی نے تھذیب الاحکام کے بعد بعض اہل علم دوستوں کی درخواست پر لکھی ہے اور تھذیب الاحکام کا خلاصہ ہی ہے۔

جس کی وجہ تالیف خود شیخ طوسی نے بیان کی ہے،اُن کے اس بیان سے چار باتیں سامنے آتی ہیں:

ا۔ شیخ طوسی کی زندگی میں ہی اُن کی کتاب ''تھذیب الاحکام ''لوگوں کی توجہ کا مرکز بن گئی تھی اور شیعوں نے اس کتاب کا بہت زیادہ استقبال کیا ہے۔اس لئے اُنہوں نے اس ضخیم کتاب کی تلخیص کی خواہش ظاہر کی تاکہ عام پڑھا لکھا شخص بھی اس سے بہرہ مند ہو سکے اور عالم وفاضل شخص بھی تعارض روایات کے سلسلے میں اس سے فائدہ اُٹھا سکے۔

۲۔چونکہ تھذیب الاحکام میں مخالف وموافق روایات کو ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے لہٰذا شیخ نے بعض بزرگ شیعہ حضرات کی درخواست پر ''استبصار '' میں فقط مخالف روایات کو ذکر کرکے اُن کے

درمیان جمع اور ہم آہنگی برقرار کرنے کا راستہ بتایا ہے۔اسی لئے اس کتاب کا نام ہی "استبصار فیما اختلف من الاخبار" رکھا گیا ہے یعنی "متعارض اور مختلف روایات کے سلسلے میں بصیرت و آگہی"۔
۳۔ شیخ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ سے پہلے متعارض اور مختلف روایات کے درمیان ہم آہنگی اور جمع برقرار کرنے کی کوئی خاص کوشش نہیں کی گئی ہے اور نہ ہی اس طرف کسی کی توجہ تھی۔ شیخ طوسی پہلے وہ عالم ہیں کہ جنہوں نے اس قسم کی سعی کی ہے۔(آشنائی با تاریخ و منابع حدیثی، ص۲۲۶)
۴۔ایک اور بات یہ سامنے آتی ہے کہ شیخ کے زمانے میں شیعوں کے عام و خواص روایات میں تعارض اور اختلاف کی وجہ سے پریشان تھے اور فہم روایات کے سلسلے میں اُنہیں مشکلات کا سامنا تھا جس کا تذکرہ وہ اپنے علماء سے بھی کرتے تھے، یہ بات اُس دور کے شیعوں کی اپنے علوم و معارف کے ساتھ گہرے خلوص، لگاؤ اور اُن کے علمی ذوق کو ظاہر کرتی ہے۔کتاب استبصار کے مقدمے میں شیخ طوسی اس کتاب میں روایات کی تدوین کے سلسلے میں اپنے طریقہ کار کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"میں نے ہر باب کے شروع میں اپنے مد نظر فتویٰ اور اس سے متعلق روایات کو ذکر کیا ہے پھر پہلی روایات کی مخالف روایات کو لایا ہوں اور پھر اُن کے درمیان جمع اور ہم آہنگی کا راستہ ذکر کیا ہے۔"

استبصار کی چند اہم خصوصیات

ا۔ یہ کتاب اپنی نوعیت کی بے نظیر کتاب شمار ہوتی ہے اور پہلی کتاب ہے کہ جو مخالف روایات کے درمیان ہم آہنگی اور جمع برقرار کرنے کے لئے لکھی گئی ہے۔
۲۔مذکورہ بالا خصوصیت کے علاوہ اس کتاب میں تقریباً ہر وہ روایت مل جاتی ہے جس کے مقابلے میں کوئی اور روایت موجود ہے۔چنانچہ ابن طاوؤس لکھتے ہیں: اگر کسی مسئلہ کے بارے میں کوئی مخالف روایت ہو تو وہ حتماً استبصار میں موجود ہوگی یا اس کی طرف اشارہ ملے گا۔
۳۔اس کتاب کے ہر باب کے شروع میں پہلے معتبر یا قابل قبول روایات لائی گئی ہیں اُس کے بعد دوسری قسم کی روایات کو پیش کیا گیا ہے۔
۴۔استبصار تمام فقہی ابواب پر مشتمل نہیں ہے بلکہ اس میں فقط اُن ابواب کو لایا گیا ہے جن میں مخالف روایات نقل ہوئی ہیں لیکن ابواب کی ترتیب فقہی کتابوں کے مطابق ہی ہے یعنی ؛کتاب

طہارت سے شروع ہو کر کتاب دیات پر ختم ہوتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں اس کتاب کا موضوع فقط اختلافی ابواب فقہ ہیں۔

تہذیب واستبصار کے درمیان موازنہ

ڈاکٹر علی نصیری نے تہذیب الاحکام اور استبصار کے درمیان ایک موازنہ پیش کیا ہے جسے ہم یہاں پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ دونوں کتابوں کے درمیان فرق اور استبصار کو لکھنے کی وجہ مزید روشن ہو جائے۔

۱۔ تھذیب الاحکام کی تدوین سے شیخ طوسی کا سب سے بڑا مقصد روایات شیعہ میں موجود ظاہری تعارض کے بارے میں بعض متعصب مخالفین کے شبہات کا جواب دینا تھا لہٰذا شیخ نے تھذیب الاحکام میں تمام روائی اور غیر روائی ادلہ پر تکیہ کرتے ہوئے روایات کے بارے میں ایک جامع اور کامل تحقیق کی ہے جبکہ استبصار میں بعض شیعہ علماء کی درخواست پر احادیث میں مخالف و موافق روایات کے درمیان ہم آہنگی اور جمع کے راستے کی وضاحت کرنا شیخ کے مد نظر تھی۔ اس لئے شیخ طوسی نے استبصار میں فتاویٰ کی غیر روائی ادلہ (مثلاً قرآن واجماع وغیرہ) کو بیان کرنا ضروری نہیں سمجھا۔

۲۔ کتاب تھذیب الاحکام شیخ مفید کی فقہی کتاب ''المقنعہ'' کی روائی شرح کے طور پر لکھی گئی ہے لہٰذا اس میں شیخ مفید کے فتاویٰ کی تبیین وشرح ہی کی گئی ہے اور اس کا محور بھی المقنعہ کے ابواب ہی ہیں جبکہ استبصار میں یہ خصوصیت نہیں ہے۔ یعنی؛ فتاویٰ کو مد نظر نہیں رکھا گیا بلکہ مخالف روایات کی اساس پر اس کی تدوین کی گئی ہے۔

۳۔ کتاب تھذیب الاحکام فتاویٰ کی تمام موافق ومخالف روایات اور ان کی تائید وتوجیہ اور تاویل کرنے والی روایات پر مشتمل ہے۔ جبکہ استبصار میں فقط مخالف وموافق روایات لائی گئی ہیں۔

۴۔ تھذیب الاحکام میں ایک اہم چیز ''فقہ الحدیث'' اور روایات پر تنقید ہے جبکہ استبصار میں یہ چیز بہت کم دیکھنے میں آتی ہے۔ سوائے اُن موقعوں کہ جب روایات مخالف میں ہم آہنگی برقرار کرنے کے لئے اس قسم کی بحث کی ضرورت پڑتی ہے تو شیخ طوسی یہاں بھی فقہ الحدیث کی طرف توجہ دیتے ہیں۔ (آشنائی با تاریخ ومنابع حدیثی، ص۲۲۶)

اجازات

''استبصار'' کی اہمیت اور قدر و قیمت کے پیش نظر یہ کتاب ہمیشہ اُن کتابوں کی صف میں شمار ہوتی رہی ہے کہ جن کی روایات کے بارے میں شیعہ علما وفقہا ایک دوسرے کو اجازہ روایت دیتے رہے ہیں۔ لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے اجازوں کا متن اس کتاب کے مختلف نسخوں کے آخر میں لکھا ہوا ہے۔

منابع

شیخ طوسی نے اس کتاب کی تالیف کے لئے اپنے زمانے میں بغداد کے دو مشہور کتابخانوں سے استفادہ کیا ہے کہ جو معتبر کتابوں اور اصلی نسخوں سے بھرے ہوئے تھے۔ان میں ایک کتابخانہ اُن کے استاد بزرگوار جناب سید مرتضی علم الھدیٰ کا تھا کہ جس میں ۸۰ ہزار جلد کتاب موجود تھی۔دوسرا کتابخانہ شاپور ہے کہ جو بہت بڑا کتابخانہ تھا جو شیعہ علماء کے لئے بغداد کے علاقے کرخ میں بنایا گیا تھا۔یہ دونوں کتابخانے بہترین اور قیمتی کتابوں اور قلمی نسخوں پر مشتمل تھے۔ان قلمی نسخوں میں سے بہت سے نسخے خود اُن کے مولفین یعنی اصحاب ائمہ اطہار کے قلم سے لکھے گئے تھے۔

افسوس کے ساتھ ''کتابخانہ شاپور ''اہل بیت اطہار کے دشمنوں کے حملے میں آگ میں جل گیا تھا اور دنیائے اسلام ایک عظیم علمی ذخیرے سے محروم ہو گئی تھی اور اس کے قیمتی اور نادر نسخے جہالت اور بغض کی آگ میں جل گئے تھے۔ شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے چالیس سال تک جہاں تک ہو سکا ان کتابخانوں سے استفادہ کیا اور ائمہ اطہار کی تعلیمات پر مبنی روایات کو جمع کرکے آئندہ نسلوں کے سپرد کیا۔

استبصار کے بارے میں علماء کی آراء

معروف کتاب شناس اور محقق آقا بزرگ تہرانی اپنی کتاب ''الذریعہ الی تصانیف الشیعہ ''میں لکھتے ہیں : ''هو احد الكتب الاربعه والمجاميع الحديثية التى عليها مدار استنباط الاحكام الشرعية عند الفقهاء الاثنى عشرى منذ عصر المئولف حتىٰ اليوم ''۔ یعنی؛کتاب استبصار کتب اربعہ میں سے ایک کتاب ہے اور روایات کے مجموعوں میں سے ایک مجموعہ ہے کہ جس پر زمانہ مولف سے لے کر اب تک شیعہ اثنا عشری فقہاء کے درمیان شرعی احکام کے استنباط کا دارومدار رہا ہے۔

ابن ادریس اپنی کتاب ''سرائر '' میں لکھتے ہیں : ''کتاب الاستبصار عمله لما اختلف فيه من الاخبار بحيث يتوسط ويلائم بين الاخبار ''۔یعنی؛ شیخ طوسی نے کتاب استبصار، مخالف روایات کو جمع کرنے کے لئے لکھا ہے اور اُنہوں نے اس کتاب میں مخالف روایات واحادیث کو ایک دوسرے کے نزدیک کیا ہے اور اُن کے درمیان (معنوی) توافق ایجاد کیا ہے۔

ابن طاوؤس کتاب'' فتح الابواب ''میں لکھتے ہیں : کتاب استبصار مخالف روایات کو جمع کرنے کے لئے لکھی گئی ہے اگر کہیں اس بارے میں کوئی مخالف روایت تھی تو اسے شیخ نے حتماً کتاب استبصار میں ذکر کیا ہے اور یہ نکتہ اہل توفیق حضرات کیلئے بہت واضح ہے۔

استبصار کی شروحات اور حواشی

اس کتاب پر علمائے شیعہ کی خصوصی توجہ رہی ہے لہٰذا اس کی بہت سی شرحیں اور حواشی لکھے گئے ہیں جن میں چند کے نام یہ ہیں :

۱۔کتاب جامع الاخبار فی ایضاح الاستبصار : تالیف ، شیخ عبد اللطیف بن علی بن احمد بن ابی جامع حارثی شامی عاملی شاگرد شیخ بہائی۔

۲۔نکت الارشاد در شرح استبصار : تالیف ، شہید اول ، محمد بن مکی

۳۔شرح استبصار : تالیف ، سید میرزا حسن بن عبد الرسول حسینی زنوزی خوئی۔

۴۔شرح استبصار : تالیف،امیر محمد بن امیر عبد الواسع خاتون آبادی داماد علامہ مجلسی۔

۵۔شرح استبصار : تالیف، شیخ عبد الرضا طفیلی نجفی۔

۶۔شرح استبصار : تالیف ، فقیہ قاسم بن محمد جواد المعروف ابن الوندی وفقیہ کاظمی جو شیخ حر عاملی کے ہم عصر تھے۔

۷۔شرح استبصار : تالیف ،علامہ سید محسن بن حسن اعرجی کاظمی۔

حواشی

۱۔حاشیہ شیخ حسن بن زین الدین صاحب معالم الاصول

۲۔حاشیہ مولی محمد امین بن محمد شریف استر آبادی۔

۳۔حاشیہ میر محمد باقر بن شمس الدین محمد حسینی المعروف داماد
۴۔حاشیہ فاضلہ حمیدہ دختر مولی محمد شریف رویدشتی۔
۵۔حاشیہ مولی عبدالرشید بن مولی نورالدین شوشتری۔
۶۔حاشیہ سید میرزا محمد بن علی بن ابراہیم استرآبادی معروف ماہر علم الرجال۔
۷۔حاشیہ سید محمد بن علی بن حسن موسوی عاملی، صاحب مدارک۔
۸۔حاشیہ محدث جزائری سید نعمت اللہ بن عبداللہ موسوی شوشتری۔

مشیخہ

کتب حدیث کے سلسلے میں ایک اہم ترین بحث، مشیخہ ہے یعنی؛وہ اساتیذ اور مشائخ کہ جن سے روایت نقل کی جاتی ہے۔ شیخ طوسی نے کتاب کے پہلے اور دوسرے حصے میں تمام اسناد کو ذکر کیا ہے لیکن تیسرے حصے میں فقط راوی کے نام پر اکتفا کیا ہے کہ جس کی کتاب سے اُنہوں نے روایت نقل کی ہے۔ اور کتاب کے آخر میں اپنی سند کو اس راوی تک پہنچایا ہے تاکہ روایات مرسلہ ہونے سے بچ جائیں اور مسند روایات بن جائیں۔کتاب استبصار کا یہ حصہ بھی بہت اہم سمجھا جاتا ہے اور بہت سے علمائے رجال نے اس حصے کی طرف خصوصی توجہ دی ہے اور اس کے بارے میں شرحیں لکھی ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

۱۔مشیخۃالاستبصار: تالیف مولی شریف علی بن حسن۔
۲۔اسانید الاستبصار، تالیف حسن بن علی بن ابراہیم علوی۔
۳۔عواطف الاستبصار، تالیف شیخ فخرالدین بن محمد علی بن احمد بن طریح نجفی۔

☆☆☆☆☆☆

منابع و مآخذ

اس مقالے کی تیاری میں درج ذیل منابع اور مآخذ سے استفادہ کیا گیا ہے :
۱۔آشنائی با تاریخ ومنابع حدیثی ،دکتر علی نصیری ، مرکز جهانی علوم اسلامی ، قم،۱۳۸۵ ش
۲۔آشنایی بامتون حدیث ونہج البلاغہ، شیخ مہدی مہریزی۔مرکز جهانی علوم اسلامی ، قم
۳۔بحار الانوار ، محمد باقر مجلسی ، تہران ۱۱۰جلد
۴۔دفاع عن الکافی ،ثامر ہاشم حبیب ،مرکز الغدیر للدراسات الاسلامیہ ، قم ،۱۴۱۵ھ
۵۔دانش حدیث، محمد باقر نجف زادہ بار فروش، مئوسسہ انتشارات جہاد دانشگاہی، تہران ،۱۳۷۳ شمسی
۶۔الکافی ، محمد بن یعقوب الکلینی ،انتشارات علمیہ اسلامیہ ،تہران
۷۔سوفٹ ویئر ،نور ،جامع الاحادیث ، نسخہ ۲/۵،مرکز تحقیقات کامپیوتری علوم اسلامی ، قم
۸۔علم الحدیث ودرایۃ الحدیث ،کاظم مدیر شانہ چی ،دفتر انتشارات اسلامی ،جامعہ مدرسین ، قم ،۱۳۷۲ ش
۹۔،الکلینی والکافی، عبد الرسول الغفار، موسسۃ النشر الاسلامی ، قم ،۱۴۱۶ھ
۱۰۔مفاخر اسلام ، علی دوانی ، مرکز اسناد اسلامی ، تہران ۱۳۷۵ ش
۱۱۔الذریعۃ الی تصانیف الشیعۃ ،شیخ آقا بزرگ تہرانی ،المکتبۃ الاسلامیہ ،تہران
۱۲۔الفہرست ، شیخ طوسی ، منشورات الرضی ، قم
۱۳۔رجال النجاشی ،ابو العباس النجاشی ،مکتبۃ الداوری ، قم
۱۴۔من لایحضرہ الفقیہ ، شیخ صدوق، منشورات جماعۃ المدرسین الحوزۃ العلمیہ فی قم المقدسہ ،بی تا
۱۵۔دانش حدیث ، محمد باقر نجف زادہ بار فروش، مئوسسہ انتشارات جہاد دانشگاہی (ماجد) ، تہران،۱۳۷۳ ش
۱۶۔دائرۃ المعارف تشیع ،ج اول،، نشر شہید سعید محبی ۱۳۷۵ ش
۱۷۔الاستبصار فیما اختلف من الاخبار، محمد بن حسن الشیخ الطوسی، تحقیق : سید حسن الموسوی، تہران، ۱۳۹۰ھ
۱۸۔تهذیب الاحکام فی شرح المقنعہ ، محمد بن حسن الشیخ الطوسی ، دار الکتب الاسلامیہ ،۱۳۹۰ھ
۱۹۔دائرۃ المعارف تشیع ،ج،دوم ، پنجم ، نشر شہید سعید محبی ۱۳۷۵ ش
۲۰۔ہزارہ شیخ طوسی ،علی دوانی ،(مجموعہ مقالات) ،مئوسسہ انتشارات امیر کبیر ،تہران ،۱۳۶۲ش